اردوروزناموں کے کالموں کے موضوعات کا جائزہ

رضوان طاہر

پی ایچ ڈی اسکالر

شعبہ ابلاغ عامہ، جامعہ کراچی

-salamatmanzil2@gmail.com

ڈاکٹر نوید اقبال انصاری

اسسٹنٹ پروفیسر

شعبہ ابلاغ عامہ، جامعہ کراچی

apro_ku@yahoo.com Abstract

Abstract

Columnists are considered as one of the most important opinion leaders, they provide information and awareness through their writeups. Some columnists write on political issues but sometimes they cover different issues as well as as a result they ignore some other and important topics. By using content analysis method in this study we have concluded the data of columns of October 2002 by six major urdu columnist, Ata ul Haq Qasmi, Hassan Nisar, Hamid Mir, Zahida Hina, Javed Chuhdry and Orya Maqbool Jan.The results and finding of this study indicates that the political topics of the columns are 76.92% and the rest of column of different topics are 23.07%.Our research will be helpful to know about the

tendency of our columnists by some other important characteristics, like freshness of content and current and other topics. This study analysis that every columnists is not to choose every topic. They choose and express their opinion on their field of expertise, interest or like or dislikes.

Keyword: Columnists opinion leaders, Ata ul Haq Qasmi, Hassan Nisar, Hamid Mir, Zahida Hina, Javed Chuhdry and Orya Maqbool Jan

تعارف:

ہماری یہ تحقیق ’اردو روزناموں کے کالموں میں آگاہی اور راہ نمائی کا جائزہ‘ (2001ءتا 2015) کا ایک حصہ ہے۔ جس میں چھے مختلف کالم نگاروں کے کالموں کا جائزہ لیا گیا ہے، اس میں ہمارا ایک اہم حصہ کالموں کا موضوعاتی جائزہ تھا، جس میں ہم نے زیر نظر تحقیق میں 2002ءکے منتخب کردہ نمونے ’اکتوبر‘ کا موضوعاتی جائزہ لیا ہے۔ اس میں مرکزی طور پر سیاسی اور غیر سیاسی کالموں کی تقسیم کے ساتھ کالموں میں حالات حاضرہ، تازگی کے عنصر، مقامی یا غیر مقامی موضوع کے چناؤ جیسے اوصاف کو بھی کمیتی پیمانے پر پرکھا گیا ہے اور پھر ان کا تجزیہ کیا گیا ہے، نیز اکتوبر 2002ءمیں پیش آنے والے مختلف واقعات کو سامنے رکھتے ہوئے مختلف کالمونکے خدوخال کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ:

تحقیق کے مقاصد:

1-اس تحقیق کا مقصد یہ جاننا ہے کہ کیا اردو کالم نگاری کا بطور اہم صحافتی صنف موضوعاتی رجحان جاننے میں مدد ملتی ہیں

اس تحقیق کا مقصد یہ جاننا ہے کہ اردو کالموں کے موضوعات، خصوصیات اور اردو صحافت خصوصاً مطبوعہ ذرایع ابلاغ میں ان کالموں کا کیا کردا ہے

متعلقہ مواد جائزہ :

کالم نگاری کے حوالے سے کی جانے والی تحقیق کا جائزہ لیا جائے تو صنفی اعتبار سے کالموں کے جائزے پر مشتمل ایک تحقیق بہ عنوان ''نیوز پیپر کالم ریڈرز جینڈر بائس: پریسیوڈ انٹرسٹ اینڈ کریڈیبلیٹی سامنے آئی، جو پندرہ روزہ ''جرنلزم اینڈ ماس کمیونیکیشن''والیم 68 ایشو 4سن 1991 میں شایع ہوئی، جس میں کالم نگاروں کے صنفی فرق اور قارئین میں اس حوالے سے اعتباریت کا تحقیقی جائزہ لیا گیا اور یہ نتیجہ نکلا تھا کہ صنفی فرق کالم نگاروں کی اعتباریت پر کوئی اثر نہیں ڈالتا، تاہم خواتین خواتین کالم نگاروں میں دل چسپی لیتی ہیں اور مرد، مرد کالم نگاروں میں دل چسپی لیتے ہیں۔

'ریسرچ گیٹ' میں شامل ایک تحقیقی مضمون بہ عنوان ''کالم- واٹس اِٹ آل اباؤٹ اینڈ اٹس رول اِن جرنلزم''میں گوہر اقبال پون نے صحافت میں کالم کے کردار کا جائزہ لیا ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ ''کالم اخبار کا ایک ایسا مخصوص گوشہ ہے کہ جہاں لکھنے والے کو اپنی سمجھ بوجھ اور مرضی سے کسی بھی موضوع پر کوئی بھی رائے دینے اور معلومات دینے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ اخبار کا یہ حصہ اخبار کی حکمت عملی سے مختلف اور کالم نگار کی رائے کے مطابق آراستہ ہوتا ہے، جس میں وہ کوئی بھی رائے بنانے اور بدلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔''

پندرہ روزہ ’جرنلزم اینڈ ماس کمیونیکیشن‘ میں ہی کالموں میں نسلی اور علاقائی فرق کی تحقیقی پیمائش کے کا مقالہ ’’ریشل اینڈ ریجنل ڈیفرنسز اِن ریڈرز ایولوشن آف دی کریڈیبلیٹی آف پالیٹکل کالمنسٹ بائی ریس اینڈ سیکس کے عنوان سے شایع ہوا، جس میں اعتباریت کو نسلی اور علاقائی فرق کے درمیان پرکھا گیا۔

اس کے علاوہ ہم نے اپنی اس تحقیق کے لیے مقالوں کا جائزہ لیا تو نصر اللہ خان کی فکاہیہ کالم نویسی (مقالہ برائے ایم اے، رابعہ سمیع‘شعبہ ابلاغ عامہ‘ جامعہ کراچی) وغیرہ قابل ذکر ہیں، جس میں صرف مخصوص کالموں ہی کو تحقیق کا موضوع کیا گیا تھا۔ ایک نیم تحقیقی کاوش ڈاکٹر محمد فاروق کی ایک کتاب ’کالم نگاروں کی قلابازیاں‘ دراصل مختلف کالم نگاروں کی متضاد بیانی کا احوال تھی، جس میں مختلف مواقع پر پچھلے موقف کے برعکس موقف جمع کیے گئے۔

جامعہ پنجاب سے قربان علی نے ’انتظار حسین کے کالموں میں تہذیبی وسیاسی عناصر‘ کے عنوان سے اپنے ریسرچ آرٹیکل میں ان کے کالموں میں موجود روایتی لوک کلچر اور عصر حاضر کے تہذیبی تعارض کا جائزہ لیا، جو حرف وسخن والیوم :4، شمارہ نمبر 2، 2020 میں شایع ہوا۔

’جرنل آف ماس کمیونکیشن‘ (والیوم:12، 2015، جامعہ کراچی) میں رعنا افضل نے ’ابن انشا: اردو کی آخری کتاب‘ کے آئینے میں‘ کے عنوان تلے ایک تحقیق کی، یہ کتاب 1970 کی دہائی میں روزنامہ ’جنگ‘ کے لیے لکھے گئے کالموں بہ عنوان ’دخل درمعقولات‘پر مشتمل ہے، جس میں اس وقت کے ملکی حالات کو شگفتگی سے قارئین تک پہنچایا گیا ہے۔

یعنی اردو میں مجموعی طور پر کالم نگاری کے موضوعاتی خواص، کالم نگاری کے مختلف پہلو اور رجحانات کے حوالے سے تحقیقی میدان میں تشنگی دکھائی دی۔ اس لیے ہم نے اپنی اس تحقیق میں موضوعات کی روشنی میں کالموں کی اٹھان اور کالم نگاروں کے رجحانات کی پیمائش کی ہے۔

جب کہ ہماری تحقیق میں اردو اخبارات کے چھے بڑے کالم نگاروں کے کالموں کے موضوعات کا جائزہ لیا گیا ہے، جس میں ان کے موضوعاتی رجحان کے ساتھ ساتھ اظہارِ رائے اور استدلال کے مختلف زاویے سامنے آئے ہیں۔

تحقیقی نظریا ت :

ہماری تحقیق کے نظریاتی تناظرمیں 'ایجنڈا سیٹنگ تھیوری' سب سے زیادہ اہم ہے۔ پہلے ایجنڈا سیٹنگ سے مراد صرف اخبار یا کسی اِبالاغی ادارے کا وہ 'ایجنڈا' کہلاتا تھا، جس کے مطابق اس پر مواد شایع اور نشر ہوتا تھا، لیکن اب کالم نگاروں کے اپنے اپنے ایجنڈے بھی ہوتے ہیں۔ اِبلاغ عامہ کے ممتاز استاد ڈاکٹر توصیف احمد خان اس حوالے سے کہتے ہیں کہ 2007ءکے بعد ارود صحافت میں یہ رجحان زور پکڑا ہے کہ ہر کالم نگار کا اپنا ایجنڈا ہوتا ہے، جس کے مطابق وہ اپنا کالم لکھتا ہے۔(توصیف احمد خان، ڈاکٹر، (7 اپریل 2022ء) فون پر گفتگو۔)

قارئین کا ایجنڈا متعین کرنے کے ساتھ ساتھ مختلف کالم نگار اپنے اپنے بیانیے کے حوالے سے پروپیگنڈا کرتے ہیں، یہ منفی کے ساتھ مثبت پروپیگنڈا بھی ہوسکتا ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ لکھنے والے کی سوچ اور فکر کے مطابق زیادہ سے زیادہ مواد پھیلایا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ کالم نگار بھی ان حقائق کو اپنے کالموں میں زیادہ جگہ دیتے ہیں

اور تذکرہ کرتے ہیں، جوان کے موقف کے حوالے سے ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ موضوعات کے چناؤ میں بھی ایجنڈا سیٹنگ اور پروپیگنڈے کا تناظر پیش نظر ہوتا ہے۔

ہماری اس تحقیق میں 'سماجی ذمہ داری کا نظریہ بھی اہم ہے، لکھنے والے اپنے تئیں معاشرتی فلاح اور عوام کی بہتری کو ذہن میں رکھتے ہوئے قلم کاری کرتے ہیں، یہاں ہم یہ اضافہ کرسکتے ہیں کہ یہ سماجی ذمہ داری مختلف نظریے رکھنے والے کالم نگاروں کے ہان الگ الگ ہوسکتی ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ ایک 'سماجی نظریے' کے تحت کسی موضوع پر اظہار خیال سے گریز کرے، جب کہ اسی موضوع پر دوسرا نظریہ رکھنے والا پورا پورا کالم ہی لکھ ڈالے۔

تحقیقی طریقہ کا ر:

اس تحقیق میں کیفیتی طریقہ تحقیق استعمال کیا گیا ہے اور تجزیہ مشتملات کے تحت کالموں کے موضوعات کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔

نمونہ بندی:

ہم نے اپنی تحقیق کے لیے ایک ماہ (اکتوبر2002ء) کے کالموں کو منتخب کیا۔ یہ ہماری تحقیق 'اردو روزناموں کے کالموں میں آگاہی اور راہ نمائی کا جائزہ' کے 15 سالوں کے ایک ماہ کا نمونہ ہے، جو ہم نے بہ ذریعہ قرعہ منتخب کیا۔ اکتوبر 2002ءمیں ہم نے اپنی تحقیقی نمونے کے لیے مختلف نظریات رکھنے والے مندرجہ ذیل چھے کالم نگاروں کو منتخب کیا

1۔ حامد میر

2۔ حسن نثار

3۔ عطاالحق قاسمی

4۔ جاوید چوہدری

5۔ اوریا مقبول جان

6۔ زاہدہ حنا

ہماری تحقیق میں شامل دو کالم نگار جاوید چوہدری اور حامد میر مکمل صحافی ہیں اور بالترتیب ’ایکسپریس نیوز‘ اور ’جیو نیوز‘ پر پروگرام بھی کرتے ہیں، جب کہ دو کالم نگار زاہدہ حنا اور عطا الحق قاسمی کا بنیادی تعلق ادب سے ہے، جب کہ حسن نثار سابق صحافی اور اوریا مقبول جان سابق بیورکریٹ ہیں۔

ہماری تحقیق میں شامل چھے کے چھے کالم نگار اکتوبر 2002ءمیں روزنامہ ’جنگ‘ کے لیے کالم لکھ رہے تھے۔ ان میں حامد میر اور عطا الحق قاسمی 2001ءمیں بالترتیب ’اوصاف‘ اور ’نوائے وقت‘ سے وابستہ تھے، اور اوریا مقبول جان ایک مذہبی ہفت روزہ ’ضرب مومن‘ کے لیے لکھ رہے تھے، جب کہ حسن نثار، زاہدہ حنا اور جاوید چوہدری اس سے پہلے سے ’جنگ‘ سے وابستہ تھے۔اپنی تحقیق میں پہلے ہم نے کالموں کے موضوعات کی سیاسی، اور غیر سیاسی کالموں کی درجہ بندی کی گئی اور ان کا تناسب نکالا۔ پھر ان موضوعات اور مندرجات کے خدوخال کا تجزیہ کیا گیا ہے اور تجزیہ مشتملات کے بعد کالموں کے موضوعات اور کچھ دیگر خصوصیات کا جائزہ لیا گیا، جن میں کالموں کا موضوع حالات حاضرہ یا اس کے علاوہ ہونا، کالموں کا موضوع سیاسی اور غیر سیاسی ہونا، کالموں میں وقتی تاثر یا تادیر تازگی کا عنصرہونا شامل ہیں۔ کالموں کی ان خصوصیات کی الگ الگ درجہ بندی کی گئی ہے اور پھر ان کی شرح نکالی گئی ہے۔

مسلہ کا تعین

کالموں کے موضوعات کا چناؤ کالموں میں قارئین کے لیے آگاہی اور راہ نمائی کے حوالے سے اہم کردار ادا کرتا ہے، لوگ خبروں اور حالات حاضرہ کے ساتھ بطور رائے عامہ کے راہ نما مختلف کالم نگاروں کو پڑھتے ہیں اور اپنی رائے قائم کرتے ہیں۔ مختلف واقعات پر کالم نگار اپنی رائے اور موقف کے ذریعے کسی ایک پلڑے میں اپنا وزن ڈال کر قارئین کو کوئی رائے قائم کرنے میں گویا مدد فراہم کرتے ہیں۔

جب موضوعات کی بات آتی ہے، تو کسی بھی موضوع پر اظہار خیال کرنے سے اور کوئی بھی بات کہنے سے اس پر گفتگو اور آرا کا ایک نیا در کھل جاتا ہے، اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ رائے عامہ کے راہ نما بہت سے نئے موضوعات کو چھیڑ کرنئی نئی بحثیں چھیڑتے رہتے ہیں، جس میں ہمارے سماج کے بہت سے ایسے پہلو بھی ہوتے ہیں، جو مختلف وجوہ کی بنا پر عام طور پر موضوع بحث نہیں آتے، لیکن کسی کی جانب سے اس کا ذکر چھیڑ دینے کے بعد اس پر بات چیت شروع ہو جاتی ہے، بعینہ ہمارے کالم نگار بھی اپنا ایک حلقہ اثر رکھتے ہیں اور وہ بھی بعضے وقت ایسے موضوعات چھیڑ کر نئی بحث نہ سہی، کم از کم قارئین کے سامنے اس کے ’ناگفتنی پن‘ کو گھٹا ضرور دیتے ہیں۔ اب اچھے یا برے، لیکن جو چیزیں عام محفلوں میں مذکور نہیں ہوتی اور اگر کوئی کالم نگار اسے لکھ رہا ہے، تو ہم نے اپنی اس تحقیق میں ایسے موضوعات کے حوالے سے بھی تحقیق کی ہے۔

:The rationale of the study

کالموں میں موضوعات کے چناؤ کی اپنی اہمیت ہوتی ہے اور کالم نگاری عہد حاضر کی مقبول ترین صحافتی صنف ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ کالم کے بغیر مشرق ومغرب کے اخبارات کا تصور بھی ممکن نہیں، بلکہ بعض اخبارات قارئین کو راغب کرنے کے لیے کالم نگاری پر بھی انحصار کرتے ہیں اور بکثرت کالم شایع کرتے ہیں۔

(سمیع، رابعہ، (1996)۔ نصر اللہ خان کی فکاہیہ کالم نویسی۔ شعبہ اِبلاغِ عامّہ، جامعہ کراچی، کراچی، پاکستان۔ ص 35۔)

کالم نگار اپنے قارئین کا ایک حلقہ رکھتے ہیں، اور پڑھنے والے ان کے کالم کو موضوعات کی قید سے بالاتر ہو کر پڑھتے ہیں۔ ایسے میں کالم نگار کی صوابید ہوتی ہے کہ وہ اپنے قاری کو کس موضوع سے آگاہی فراہم کرتا ہے اور کس عنوان کے حوالے سے اظہار خیال کرتا ہے۔ یہ موضوع یقنی طور پر اس کی نظریاتی فکر یا ترجیح کا پتا دیتا ہے۔

کالموں میں موضوعات کا چناؤاس اعتبار سے بھی اہمیت رکھتا ہے کہ یہ براہ راست یہ پیغام پہنچاتا ہے کہ دراصل کون سا مسئلہ اہم ہے اور کون سا غیر اہم اور پھر دوسرا مرحلہ اس موضوع سے متعلق اظہار خیال کا ہوتا ہے۔

مقاصد:

ہماری اس تحقیق کا مقصد یہ ہے کہ ہم کالم نگاروں کے موضوعاتی رجحان کا جائزہ لے سکیں اور اس کے ساتھ اردو کالم نگاری کی موضوعاتی اٹھان طے ہو سکے۔

مفروضہ:

کالم نگاروں کی جانب سے اپنے کالموں کے موضوعات کا انتخاب اور ان کے مندرجات کا تحقیقی جائزہ۔

تحقیق کا خلا صہ و محاصل :

کالموں کے سیاسی موضوعات کا جائزہ:

ہمارے تحقیقی نمونے کے مجموعی طور پر 39 کالموں میں سے کُل 30 کالم سیاسی موضوعات پر مشتمل تھے، یعنی (76.92 فی صد)۔

جس میں حامد میر 13.33 فی صد

حسن نثار 13.33 فی صد

اوریا مقبول جان 13.33 فی صد

زاہدہ حنا 16.66 فی صد

عطا الحق قاسمی 26.66 فی صد

جاوید چوہدری 16.66 فی صد

انفرادی طور پر زاہدہ حنا اور حامد میر کے کالمو ں میں سیاسی موضوعات کی شرح 100 فی صد تھی۔

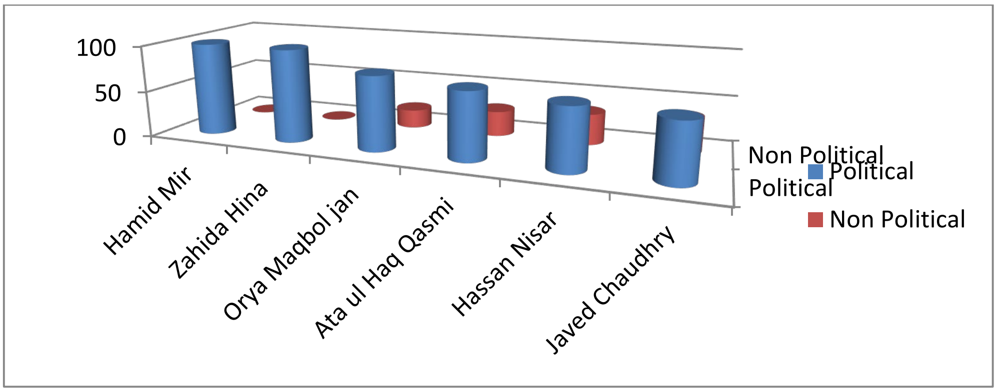

(کالم نگاروں کے سیاسی اور غیر سیاسی موضوعات کے تناسب کا الگ الگ جائزہ)

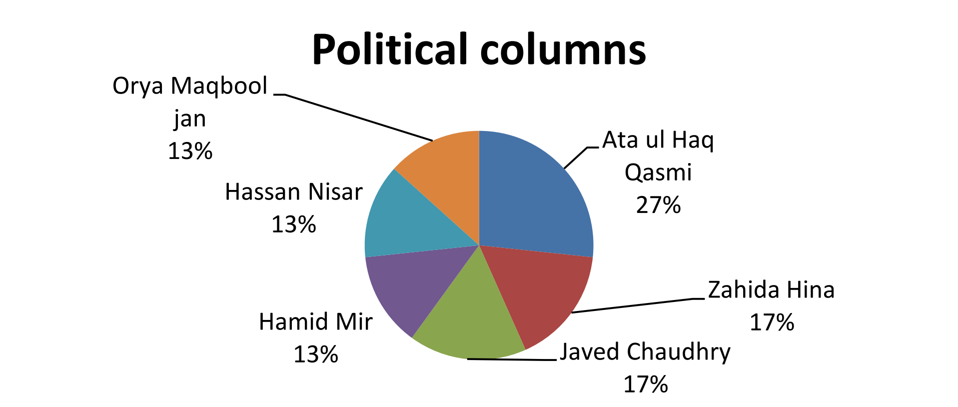

(ایک ماہ کے تمام کالموں میں پائے جانے والے سیاسی موضوعات میں کالم نگاروں کا تناسب)

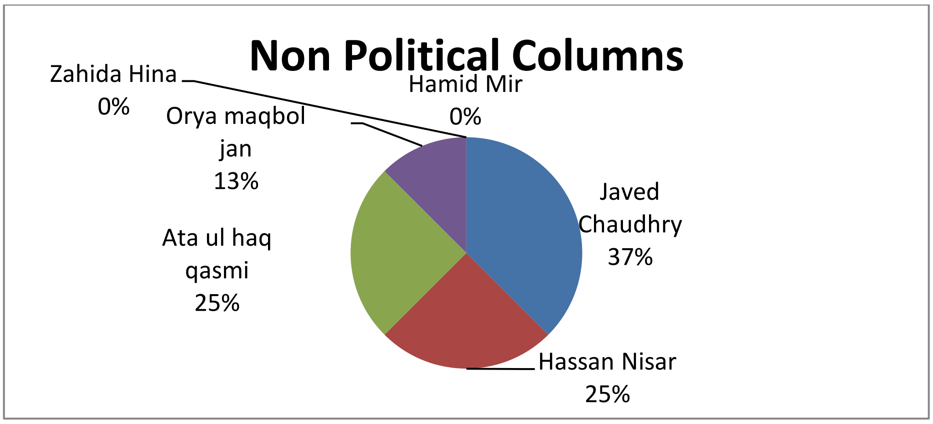

(ایک ماہ کے کالموں میں پائے جانے والے غیر سیاسی موضوعات میں کالم نگاروں کی متناسب تقسیم)

خلاصہ تحقیق

*اکتوبر 2002ءکے اہم حالات وواقعات

ہم نے جب اکتوبر 2002ءمیں منتخب کردہ چھے کالم نگاروں کے کالموں کے موضوعات کواپنی تحقیق کا موضوع بنایا تو اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس مہینے کے اہم حالات وواقعات کو بھی سامنے رکھیں، کیوں کہ ’حالات حاضرہ‘ جانے بغیر ہم یہ اندازہ نہیں لگا سکیں گے کہ کالم نگار نے منظرنامے سے کس موضوع کو اختیار کیا اور کسے نظر انداز کیا۔ اس سے کالم نگار کے رجحان، جھکاؤ اور ترجیحات کا اندازہ بھی ہو سکے گا کہ کون سے موضوعات کو اہمیت دی اور اپنے کالموں کا موضوع کیا۔ کالموں کے موضوعات اور حالات حاضرہ اور مختلف واقعات کا موازنہ ان کے رجحان اور ترجیحات کی خبر دیں گے

اور ہمیں اندازہ ہو سکے گا کہ انہوں نے کس موضوع پر اظہار خیال کیا اور کس طرح کیا۔

گیارہ ستمبر 2001ءکو امریکا میں ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملوں کے واقعات کے بعد ملک میں امریکا مخالف لہر جاری تھی اور ایسے میں 10 اکتوبر 2002ءکو جنرل پرویز مشرف کے باوردی صدر کے طور پر موجودگی میں عام انتخابات منعقد ہوئے۔

* پانچ اور چھے اکتوبر کی درمیانی شب گھڑیاں واپس ایک گھنٹا پیچھے کر دی گئیں۔

* 10 اکتوبر کو عام انتخابات ہوئے اور پورا اکتوبر سیاسی مذاکرات اور جوڑ توڑ کی کوششوں کی نذر ہوا۔ انتخابی عمل کا جائزہ لینے کے لیے یورپی یونین کے مبصرین کی آمد اور ان کے تاثرات کا سلسلہ رہا۔

*انتخابات کے حوالے سے بے نظیر بھٹو نے امریکی صدر جارج بش کو خط لکھا۔

* ڈاکٹر عزیز کو طالبان راہ نما ملا عمر کا علاج کرنے کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔

* 16 اکتوبر کو کراچی میں محکمہ داخلہ ڈی آئی جی اور 'سی آئی ڈی' کے دفاتر میں پارسل بم دھماکوں میں نو افراد زخمی، لشکر جھنگوی نے اس کی ذمہ داری قبول کی۔

* 18 اکتوبر کو امریکی اخبار نیو یارک ٹائمز نے الزام لگایا کہ پاکستان نے شمالی کوریا کو ایٹمی سامان فراہم کیا ہے، دفتر خارجہ نے اس کی تردید کی۔

* 23 اکتوبر کو قومی تعمیر نو بیورو کے چیئرمین جنرل (ر) تنویر نقوی نے اپنے عہدے سے استعفا دے دیا۔

* 25 اکتوبر کو شیخ رشید نے مسلم لیگ (ق) میں شمولیت کا اعلان کیا۔

*28 اکتوبر عام انتخابات میں ہارنے والے سینٹ کا انتخاب نہیں لڑ سکیں گے ، الیکشن

آرڈر میں ترمیمی نوٹی فکیشن کا اجرا۔

***حامد میر**

حامد میر کے اکتوبر 2002ءمیں لکھے گئے تمام چار کالم سیاسی (100%) ہیں۔

عام انتخابات کے نتائج کا تجزیہ:

عام انتخابات سے پہلے حامد میر کا ایک کالم ’بابا مستقیم، چانسلر شروڈ اور انتخابی منشور‘ (اشاعت چھے اکتوبر 2002ء)انتخابی منشور اور عوام کے رجحان پر ہے، جو کافی محتاط دکھائی دیتا ہے۔

حامد میر نے کسی کالم میں انتخابات میں حکومتی مداخلت یا جانب داری کا کوئی تذکرہ نہیں کیا، انھوں نے اپنے کالموں میں انتخابی نتائج کا تجزیہ کیا اور کہیں بھی انتخابی نتائج پر شکوک نہیں دکھائے، بلکہ دل وجان سے اس کا تجزیہ کر کے غیر محسوس طور پر اسے مستند مانا۔ ان کے چار میں سے دو کالم انتخابی جوڑ توڑ اور تجزیے پر ہیں، جن میں ’نیا وزیراعظم کیسا ہونا چاہیے؟‘ (21 اکتوبر 2002) اور ’باوقار اپوزیشن اور بے وقار حکومت‘ (28 اکتوبر 2002) شامل ہیں۔

جنرل پرویز مشرف:

حامد میر کے ایک کالم میں ’باوقار اپوزیشن اور بے وقار حکومت‘ کا عنوان تو ضرور دکھائی دیا، لیکن اس میں تجزیاتی انداز میں گفتگو کی گئی، پرویز مشرف کے لیے مشکلات کے تذکرے میں انھوں نے کہیں بھی ان پر کوئی خاص تنقید نہیں کی۔

(میر، حامد، (مورخہ 28 اکتوبر 2002 ء)، ’’باوقار اپوزیشن اور بے وقار حکومت‘‘

روزنامہ جنگ، کراچی، ص5-)

متحدہ مجلس عمل:

10اکتوبر کو عام انتخابات کے بعد حامد میر نے بالواسطہ انتخابی نتائج تسلیم کیے اور 14 اکتوبر کو ’متحدہ مجلس عمل‘ کی کام یابی کی ستائش کرتے ہوئے کالم کا عنوان بھی ’اتحاد کی برکت‘ رکھا۔ جس میں وہ مجلس عمل کو صوبہ سرحد میں انتہا پسندی کے بہ جائے فلاحی اور عوام دوست کردار والی حکومت قائم کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے، اسے مرکز میں اقتدار کی رسہ کشی سے دور رہنے کی تلقین بھی کرتے ہیں۔

امریکی حمایت کا محرک:

انھوں نے انتخابی نتائج میں امریکی کردار کو اہمیت دی، یہاں تک کہ ق لیگ کی کام یابی کا سبب بھی وہ یہ بتاتے ہیں کہ اس نے افغانستان پر امریکی حملوں کی حمایت نہیں کی، وہ چوہدری پرویز الٰہی، ن لیگ کے خواجہ سعد رفیق اور خواجہ آصف کی کام یابی کو بھی اسی کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ جب کہ عوامی نیشنل پارٹی کو امریکا نوازی نے سیاسی تباہی سے دوچار کیا۔ پیپلز پارٹی کی کام یابی میں وہ ’اینٹی مشرف‘ عنصر کو محرک سمجھتے ہیں۔ حیرت انگیز امر ہے کہ امریکی حملوں کی مخالفت نہ کرنے والی پیپلز پارٹی کی کام یابی کو انھوں نے ’اینٹی مشرف‘ کیسے کہہ دیا۔ یہی نہیں وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ (کراچی میں) ’مہاجر قومی موومنٹ‘ کو بھی ایک نشست اس کے امریکا مخالف کردار کی وجہ سے ملی ہے، جب کہ اس جماعت کا اس حوالے سے ایسا کوئی خاطر خواہ کردار نہیں، جیسا کہ انھوں نے کالم ’اتحاد کی برکت، میں 14 اکتوبر2002ءکو لکھا ہے۔

مسلم لیگ (ن) کی کم نشستیں:

اپنے اسی کالم ’اتحاد کی برکت، (اشاعت 14 اکتوبر 2002) میں حامد میر ’ن لیگ‘ کو کم

نشستیں ملنے کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ ووٹر نے قائدین کی جلاوطنی کو تسلیم نہیں کیا۔

بے نظیر بھٹو کا جارج بش کو خط:

انھوں نے اپنے ایک کالم میں بے نظیر بھٹو کے امریکی صدر جارج بش کو لکھے گئے خط کا تذکرہ بھی کیا ہے، جس میں بے نظیر نے لکھا کہ متحدہ مجلس عمل نے عام انتخابات میں پرویز مشرف کی حمایت سے کام یابی حاصل کی ہے، تاکہ امریکا کو دباؤ میں رکھا جا سکے۔

(میر، حامد، (مورخہ 28 اکتوبر 2002 ء)، ’’باوقار اپوزیشن اور بے وقار حکومت‘‘ روزنامہ جنگ، کراچی، ص5-)

ڈاکٹر عزیزکی گرفتاری:

اپنے کالم ’باوقار اپوزیشن اور بے وقار حکومت‘ میں ڈاکٹر عزیز کی گرفتار پر قاضی حسین کو مخاطب کرتے ہوئے انھوں نے لکھا کہ وہ ڈاکٹر عزیز کی گرفتاری پر اسلام آباد میں ردعمل پر غور فرمائیں کہ ایم ایم اے کے مظاہرے کا انتظار نہیں کیا اور لوگ ڈاکٹروں کی اپیل پر باہر نکل آئے۔

(میر، حامد، (مورخہ 28 اکتوبر 2002 ء)، ’’باوقار اپوزیشن اور بے وقار حکومت‘‘ روزنامہ جنگ، کراچی، ص5-)

***زاہدہ حنا**

زاہدہ حنا نے ایک ادیب ہونے کے باوجود اپنے تمام پانچ کالم سیاسی لکھے۔ ان کے ہاں حزب اختلاف کی حمایت، بالخصوص نواز لیگ کی طرف داری بہت واضح دکھائی دیتی ہے۔ وہ 1999ءمیں ان کی حکومت کے خاتمے سے لے کر سعودی عرب میں جلاوطنی

کے معاملات تک کو موضوع بناتی ہیں۔ ان کے کالموں میں جنرل پرویز مشرف پر کڑی نکتہ چینی اور عام انتخابات پر شکوک وشبہات کی تکرار موجود ہے۔ وہ ایک جگہ نواز شریف اور بے نظیر کی سیاست کی باقاعدہ وکالت بھی کرتی ہیں، البتہ پیپلز پارٹی کی جانب سے سیاسی جوڑ توڑ کے دوران ق لیگ کی طرف جھکاؤ پر وہ سخت ناگواری کا اظہار کرتی ہیں۔ اس ماہ ان کا آخری کالم 30 اکتوبر کو شایع ہوا، لیکن انھوں نے بے نظیر بھٹو کے خط کا کسی طور تذکرہ نہیں کیا نہ ہی ملا عمر کے علاج کے الزام میں گرفتار ڈاکٹر عزیز کی گرفتاری پر کچھ لکھا۔

نواز شریف اور عام انتخابات:

دو اکتوبر 2002ءکو کالم ’حالات کے اشارے‘ میں وہ نواز اور شہباز شریف کو انتخابات میں حصہ لینے سے روکنے کوآئین سے متصادم قرار دیتی ہیں۔ ساتھ ہی شریف خاندان کی جلاوطنی پر حکومت کا معاہدہ کر کے سعودی عرب جانے کا اور شریف خاندان کے اس معاہدے کی نفی کا موقف بھی کالم میں رکھ دیتی ہیں اور یورپی یونین کے مبصرین کی یہ رائے بھی رقم کرتی ہیں کہ یہ معاہدہ سوالیہ نشان ہے اور یہ کہ اگر یہ معاہدہ ہے بھی تو نہ اس کی پاکستانی قانون میں کوئی حیثیت ہے اور یہ بین الاقوامی قانونی معیارات کے مطابق بھی نہیں۔ نواز شریف کے معاہدہ کر کے یا بغیر معاہدہ جانے پر وہ اپنی رائے دینے سے گریز کرتے ہوئے صرف تبصروں ہی کو کالم کا حصہ بناتی ہیں۔ انھوں نے یورپی یونین کے مبصرین کی یہ رائے بھی لکھی ہے کہ گریجویشن کی شرط سے 98 فی صد افراد کو انتخابات میں حصہ لینے سے روک دیا ہے۔

نواز حکومت کے خاتمے پر لکھے گئے مواد کی مکرر اشاعت:

9اکتوبر کو چناؤ سے محض ایک دن قبل جب انتخابی مہم ختم ہو چکی، وہ اپنے کالم '10 اکتوبر کے انتخابات'میں 27 اکتوبر 1999ءکو شایع ہونے والے کالم کا ایک حصہ شامل کرتی ہیں اور فوجی حکومت پر تنقید کرتی ہیں۔ یہ کالم نواز حکومت کی برطرفی پر لکھا گیا تھا۔

10"اکتوبر کے انتخابات خواہ کتنے ہی متنازع انداز میں کرائے جا رہے ہوں، لیکن وہ حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ جمہوری نظام میں خراب سے بہتر جمہوریت کی جانب ارتقائی سفر جاری رہتا ہے۔"

(حنا، زاہدہ، (مورخہ 9اکتوبر 2002ء)، ''10 اکتوبر کے انتخابات'' روزنامہ جنگ، کراچی، ص5۔)

حکومتی طرزِ عمل پر نکتہ چینی:

زاہدہ حنا ق لیگ کواس وقت حزب اختلاف کے دیے گئے نام 'کنگز پارٹی' کے نام سے مذکور کرتے ہوئے تنقید کرتی ہیں کہ دو صوبائی گورنر کنگز پارٹی کے امیدواروں کے جلسے کر چکے ہیں۔ وہ صدارتی ترجمان کے اس بیان کہ قوم نواز شریف، بے نظیر کے دھوکے میں نہیں آئے گی' کو عوام کے لیے حکم سے تعبیر کرتی ہیں کہ وہ عوام سے کہہ رہے ہیں کہ بے نظیر اور نواز شریف کے امیدواروں کو کام یاب نہ کرائیں۔

نواز بے نظیر کی وکالت:

وہ قرار دیتی ہیں کہ 12 اکتوبر 1999ءکی غلطی کا ازالہ 1973ءکے آئین کے تحت ایسے

انتخاب کے بعد ہی ممکن ہے، جس میں نواز شریف اور بے نظیر بھٹو پاکستان واپس آکر انتخابات میں آزادانہ حصہ لے سکیں۔

(حنا، زاہدہ، (مورخہ 9اکتوبر 2002ء)، ''10 اکتوبر کے انتخابات'' روزنامہ جنگ، کراچی، ص5۔)

دھاندلی کی شکایت:

انتخابات کے بعد کے کالم 'کھیل کا پہلا مرحلہ' میں بھی وہ انتخابات میں دھاندلی کی شکایت کرتی ہیں، یورپی یونین کے مبصرین کی جانب سے انتخابی عمل کی خامیوں کو مذکور کرتی ہیں، جس کے مطابق حکومتی پارٹیوں کی کھلی حمایت کی گئی، سرکاری وسائل اور اختیارات کا ناجائز استعمال کیا گیا وغیرہ۔ وہ یورپی یونین کی رپورٹ کو 'اے آر ڈی' پیپلز پارٹی اور دیگر جمہوری قوتوں کے موقف کی تصدیق قرار دیتے ہوئے کہتی ہیں کہ اس رپورٹ کے بعد صدر مشرف کا اقتدار میں رہنے کا کوئی جواز نہیں۔

(حنا، زاہدہ، (مورخہ 16 اکتوبر 2002ء)، ''کھیل کا پہلا مرحلہ'' روزنامہ جنگ، کراچی، ص5۔)

کالم 'نواب زادہ کا دکھ' میں لکھتی ہیں کہ دھاندلی کے سارے ریکارڈ ٹوٹ گئے۔

پیپلزپارٹی پر تنقید:

'نواب زادہ کا دکھ' میں وہ حکومت سازی کے لیے پیپلز پارٹی کے ق لیگ کی طرف جھکاؤ اور امین فہیم کے ق لیگ کو جمہوری جماعت قرار دینے پر تنقید کرتی ہیں۔ 30 اکتوبر کے کالم 'کبھی اس سے بات کرنا، کبھی اس سے بات کرنا' میں وہ امین فہیم کی

پرویز مشرف سے اتفاقیہ ملاقات پر بھی خاصی نکتہ چینی کرتی ہیں۔

* اوریا مقبول جان

اوریا مقبول جان کے پانچ میں سے چار کالم (80 فی صد)سیاسی ہیں۔ جن میں سے دو عالمی موضوعات پر ہیں۔

عام انتخابات :

اوریا مقبول جان نے شاید اعلیٰ سرکاری ملازمت کی ذمہ داریوں کے سبب براہ راست عام انتخابات وغیرہ پر اظہار خیال نہیں کیا، تاہم ”سیاسی گفتگو منع ہے“ کے معنی خیز عنوان تلے وہ خوشامد پسند لکھنے والوں پر تنقید کرتے ہیں، اور بہت سی جگہوں پر جمہور کی صدا سننے کی تلقین کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ’ژاں پال سارتر‘کو مثال بنا کر انھوں نے ہمارے ہاں کے لکھنے والوں پر تنقید کی:

’’لوگ سوال کرتے ہیں کہ کہ ہم بے حس مُردہ اور سیاست دے ور قوم کیوں ہوگئے۔ کیوں نہ ہوں۔ جس ملک میں ادیب ستارہ امتیاز کے لیے خواب دیکھے گا۔ وہاں ہر روز ایک بھوک کے ہاتھوں خود کُشی کرنے والے نوجوان کا نوحہ کیسے لکھ سکتا ہے۔ جہاں میزوں پر پرائید آف پرفارمنس سجنے لگیں، انسانی حقوق اور جمہوریت کی باتیں عجیب لگنے لگتی ہیں۔ جہاں رائٹرز کالونیوں میں پلاٹ اور سرکاری عہدے عزیز ہو جائیں ، وہاں غربت سے بلکتی چار کروڑ بھوکی مخلوق، اسپتالوں میں دم توڑتی بیمار دنیا اور بچپن سے بوٹلوں ’جوکوں، چوراہوں پر کام کرتے بچے نظر نہیں آیا کرتے۔ کسی بھی سچے ادیب کو

یہ سب اسی وقت نظر آتا ہے، جب وہ نوبل انعام کو ٹھکراتے ہوئے کہتا ہے کہ مجھے اسے وصول کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔“

(مقبول جان، اوریا، (مورخہ چھے اکتوبر 2002ء)، کراچی، ’’سیاسی گفتگو منع ہے‘‘ روزنامہ جنگ، کراچی، ص5۔)

17اکتوبر کو کالم ’نقارہ خلق‘ میں وہ فرانس کے ڈیگال کو موضوع بناتے ہوئے جمہور کی آواز سننے کو مرکزی خیال بناتے ہیں۔

آئی ایم ایف:

22اکتوبر کو ’کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ‘ میں وہ آئی ایم ایف اور غربت کے معاشی نظام پر کالم لکھتے ہیں۔

متحدہ مجلس عمل:

انتخابات کے حوالے سے 29 اکتوبر کو ’وارثانِ مبرِ رسول‘ کے عنوان سے وہ انتخابات میں متحدہ مجلس عمل کی کام یابی کی توصیف کرتے ہیں، ساتھ ہی لکھتے ہیں کہ ”پتا نہیں کیوں مجھے ڈر لگ ر ہا ہے کہ منبر رسول ﷺ کی سخت لکڑی کی کرسی سے پارلیمنٹ ہاؤس کی نرم ونازک کرسیوں تک کے سفر تک آپ لوگ بھول نہ جائیں، جن کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے۔ جن کی استقامت نے آپ کو دین سے تعلق کی خلعت بخشی ہے، جو مفاہمت اور سمجھوتے سے دور تھے۔ بس تاریخ کا ایک ہی سبق ہے کہ شاید کوئی ایسا ہو جو ابی ہبیرو کو جانتا ہو، جو اقتدار کا فرعون تھا، لیکن حضرت امام ابو حنیفہ کا نام آج بھی زندہ ہے۔“

* عطا الحق قاسمی

عطا الحق قاسمی نے 11 کالموں میں سے آٹھ کالم یعنی 72.72 فی صد کالم سیاسی لکھے۔

ملا عمر کے علاج کے الزام میں گرفتار ڈاکٹر عزیز پر باقاعدہ کالم باندھا، بلکہ پرویز مشرف کو مخاطب بھی کیا اور اس میں پرویز مشرف کی تعریف بھی کی اور ڈاکٹر عزیز کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ اگرچہ ان کے ہاں ن لیگ کے موقف کو خاصی جگہ ملتی ہے۔

مسلم لیگ (ن) کے لیے صفائی:

انتخابات سے قبل وہ اپنے ایک کالم میں لکھتے ہینکہ ایک الزام اگر ہزار بار بھی لگایا جائے تو وہ درست نہیں ہو سکتا، شہباز شریف اور ان کے خاندان پر مسلسل نادہندہ ہ ہونے کا الزام لگایا جا رہا تھا، اب ہائی کورٹ کے فل بینچ نے یہ فیصلہ سنا دیا، یہ خاندان نادہندہ نہیں، مگر مجھے یقین ہے کہ یہ الزام اس کے باوجود مزید ایک ہزار بار دُہرایا جائے گا اور میں اور آپ چسکے لے لے کر یہ بیان پڑھیں گے۔

(قاسمی، عطاالحق، (چار اکتوبر 2002ء)، ''کراچی، الزام تراشیاں'' روزنامہ جنگ، ص5۔)

عام انتخابات پر اعتراضات:

7اکتوبر کے کالم "مبلغ دو عدد مزاحیہ کانفرنسیں" میں انھوں نے عام انتخابات کو مزاحیہ اجتماع سے تعبیر کیا، جس میں کروڑوں لوگوں کی شرکت متوقع ہے۔ عام انتخابات میں بے ضابطگیوں پر اظہار خیال کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ "مسلم لیگ (ن) کو بڑی طاقت میں تبدیل کرنے والے میاں نواز شریف نے ان انتخابات کو تاریخ کا سب سے بڑا فراڈ قرار دیا ہے۔"

پھر وہ متحدہ مجلس عمل اور دیگر کی جانب سے انتخابات میں بے ضابطگیوں کی باتوں کا

کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہینکہ مندرجہ بالا سطور میں سیاسی جماعتوں کے قائدین اور یورپی مبصرین نے جو الزامات عائد کیے ہیں، کالم نگار کا ان سے متفق ہونا ضروری نہیں، یہ الیکشن کمیشن کا کام ہے کہ وہ ان الزامات کا جائزہ لے کر کوئی مثبت قدم اٹھائے۔

تاہم اسی کالم میں وہ سوالات اٹھاتے ہیں کہ مسلم لیگ ن کے مقابلے میں ق لیگ کو کیسے کام یابی ملی؟ اگرو ہ بھی کرپٹ جماعت کا حصہ تھے، تو ووٹروں نے انھیں کیسے قبول کیا اور دوسرے کو کیسے رد کیا۔ کیا مسلم لیگ ق کے راہ نما میاں اظہر نواز شریف سے بڑے لیڈر تھے کہ ان کی کرشماتی شخصیت نے ہوا کا رخ موڑ دیا۔ اگر ایسا ہے، تو میاں اظہر کیسے اپنی دونوں نشستیں ہار گئے؟

(قاسمی، عطا الحق، (مورخہ 16 اکتوبر 2002ء)، "انتخابات اور ذہنوں میں جنم لینے والے شکوک" روزنامہ جنگ، کراچی، ص 5۔)

کالم "کھیل اور کھلاڑی" (26 اکتوبر 2002) میں وہ کہتے ہیں کہ 2002ءکے انتخابات میں عوام کے ساتھ ساتھ "کھلاڑی" بھی میچ فکسنگ کا الزام لگا رہے ہیں۔ غیر ملکی کوچ کی مخالفت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس ملک میں جاوید میاں داد، عمران خان، ظہیر عباس جیسے ورلڈ کلاس کھلاڑی موجود ہیں، ان کے ہوتے ہوئے "امپورٹڈ کوچ کو لانا دانش مندی نہیں۔ وزیراعظم اور کرکٹ کوچ میں کچھ تو فرق ہونا چاہیے۔"

(قاسمی، عطاالحق، (مورخہ 26 اکتوبر2002ء)، ''کھیل اور کھلاڑی'' روزنامہ جنگ، کراچی، ص 5۔)

متحدہ مجلس عمل:

20اکتوبر کو اپنے ایک کالم ’کالے صاحبوں کی تلملاہٹ‘ میں متحدہ مجلس عمل کو کام یابی کی مبارک باد دی۔

غلام حیدر وائیں کی برسی:

اپنے ایک کالم ”بے معنی باتیں“ (23 اکتوبر 2002) سابق وزیر اعلیٰ پنجاب غلام حیدر وائیں کی برسی کے حوالے سے لکھا، جس کا ذکر بھی کسی اور نے نہیں کیا۔

ڈاکٹر عامر عزیز کی گرفتاری:

’’صلاح الدین ایوبی سے ڈاکٹر عامر عزیز تک!“ میں وہ کہتے ہیں کہ بش نے مسلم امہ کے خلاف ایک مرتبہ پھر صلیبی جنگوں کا آغاز کیا ہے۔“ یہ کالم انھوں نے ڈاکٹر عامر عزیز کو ملا عمر کے علاج کے الزام میں گرفتار کرنے پر لکھا، جن پر انتھراکس تیار کرنے کا الزام بھی عائد کیا گیا اور کہا کہ انسانی معاشرہ زوال کی اس سطح تک پہنچ گیا ہے کہ طبیب کو طبی اخلاقیاتی کا دامن چھوڑنے پر مجبور کیا جائے گا۔ اس کالم میں قاسمی نے مزید لکھا:

’’اس موقع پر مجھے ایک گزارش اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر اور پاکستانی فوج کے سپہ سالار جنرل پرویز مشرف سے بھی کرنا ہے اور وہ یہ کہ جناب والا! پاکستانی عوام آپ کی بہت سی باتوں سے اختلافات کے باجود آپ کو ایک بہادر اور غیرت مند انسان سمجھتے ہیں، مگر آپ کی یہ تصوراتی تصویر مدھم پڑتی جا رہی ہے۔ آپ ”سب سے پہلے پاکستان“ والے سلوگن کے خالق ہیں۔ کیا پاکستانی ڈاکٹر وں اور سائنس دانوں کی گرفتاریاں

بھی "سب سے پہلے پاکستان" کے موٹو کے تحت آتی ہیں؟ جناب والا! پاکستانی عوام کو اس وقت آپ کی بہادری کی سخت ضرورت ہے۔ یہ سلسلہ روکیے۔"

(قاسمی، عطاالحق، (مورخہ 27 اکتوبر 2002ء)، "صلاح الدین ایوبی سے ڈاکٹر عامر عزیز تک " روزنامہ جنگ، کراچی، ص 5-)

بے تکا استدلال:

30اکتوبر کو کالم "مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زبان میں" وہ ایک ملنے والے ایک 'خط' کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ مجلس عمل کو پڑنے والا ووٹ دراصل ن لیگ کا ہے۔ وہ نہ صرف ق لیگ کا ووٹ بھی مسلم لیگ کا قرار دیتے ہیں، جو کہ سب سے زیادہ ہے، بلکہ وہ استدلال کرتے ہیں کہ مجموعی طور پر مسلم لیگ کا ووٹ بڑھا ہے اور یہ سارا ووٹ نواز شریف کا ہے۔' عجیب بات ہے کہ ق کا ووٹ نواز کا کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ مسلم لیگ کا تو ضرور ہو سکتا ہے۔ اِس کالم میں شامل 'مراسلہ نگار' آگے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اگر نواز، شہباز ملک میں ہوتے تو مجلس عمل اور ق لیگ کا کوئی نام لیوا نہ ہوتا۔

(قاسمی، عطاالحق، (مورخہ 30 اکتوبر 2002ء)، "مجھے کہنا ہے کچھ انپی زبان میں'' روزنامہ جنگ، کراچی، ص 5-)

*حسن نثار

حسن نثار کے چھے میں سے چار کالم یعنی 66.66 فی صد سیاسی موضوعات پر مشتمل ہیں۔ حسن نثار نے بے نظیر بھٹو پر تنقید کی، نواز شریف پر بھی نکتہ چینی ملی۔ کام یابی پر متحدہ مجلس عمل کی تعریف کی۔ پرویز مشرف یا انتخابات کے حوالے سے کوئی تنقید

موجود نہیں۔ یورپی یونین کے مبصرین یا انتخابی نتائج پر شکوک موجود نہیں۔بے نظیر بھٹو کے خط کا تذکرہ نہیں کیا۔

بے نظیر بھٹو پر تنقید:

ایک کالم میں حسن نثار نے بے نظیر بھٹو کے یہ کہنے پر کہ حکومت کنگز پارٹی کے ذریعے اقتدار کے مزے لوٹنا چاہتی ہے' سخت تنقید کی اوراسے تضادات کا شکار کہتے ہوئے لکھا کہ انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہوتا ہے۔ آدمی کی تحریر یا تقریر اس کے اندر کی عکاس ہوتی ہے، جیسے بی بی کا یہ جملہ یعنی 'بی بی کے نزدیک حکومت صرف 'اقتدار کے مزوں کا مجموعہ' ہے۔

(نثار، حسن، (مورخہ یکم اکتوبر 2002ء)، ''خبر تے ہے پر چنگی نئیں'' روزنامہ جنگ، کراچی، ص5۔)

حسن نثار لکھتے ہیں کہ ایک عشرے پہلے لکھ دیا تھا کہ بی بی بابو مستقبل میں بہن بھائی ہوں گے کہ اور اپنے ہاتھوں سے تباہ شدہ جمہوریت کی بحالی کے لیے تحریک چلا رہے ہوں گے۔"

(نثار، حسن، (مورخہ، 26 اکتوبر 2002ء)، ''بزدلی یا بد نصیبی'' روزنامہ جنگ، کراچی، ص5۔)

متحدہ مجلس عمل اور امریکا:

وہ امریکا کو متحدہ مجلس عمل کو برداشت کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر

انھیں ایسی 'لبرل بنیاد پرست' ہضم نہ ہوئی تو پھر انھیں مدرسہ مارکہ بے لچک اور شدید قسم کے بنیاد پرستوں سے سامنا ہوگا، بہتر ہوگا انھی سے مفاہمت اور مکالمے کا راستہ نکالا جائے۔

(نثار، حسن، (مورخہ 15 اکتوبر 2002ء) ''ایم ایم اے اور یو ایس اے'' روزنامہ جنگ، کراچی، ص5۔)

غلط اندازہ:

مستقبل کے حوالے سے ان کا معلق پارلیمان کے حوالے سے لکھا تھا کہ کاش یہ پارلیمان پہلی سال گرہ منا سکے۔" جب کہ اس اسمبلی نے تاریخ میں پہلی بار اپنے پانچ برس پورے کیے۔

*جاوید چوہدری

جاوید چوہدری کے آٹھ میں سے پانچ کالم یعنی 62.5 فی صد سیاسی، جب کہ باقی تین 37.5 فی صد کالم غیر سیاسی تھے۔

عوامی رائے:

جاوید چوہدری نے براہ راست پرویز مشرف، انتخابی تنازعات یانتائج سے لے کر یورپی یونین کے مبصرین تک کچھ لکھنے سے گریز کیا۔ تاہم عوام کو ریاستی بقا کا ذریعہ بتا کر وہ علامتی انداز میں اپنی بات کہہ گئے۔ اس کے ساتھ خاموش اکثریت کی آواز میں وہ نواز لیگ اور حزب اختلاف کے حوالے سے اظہار خیال کرتے ہیں، جس میں مضبوط معیشت کا

تذکرہ کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

’’ہم اپنے مالیاتی ذخائر بھی آٹھ ارب ڈالر تک لے جاتے ہیں، ہم امریکی بموں سے بچنے کے لیے بش کی چھتری میں پناہ بھی لے لیتے ہیں۔ ہم کمزور، جی حضور اور سلام صاحب قسم کی لیڈر شپ کی نرسری بھی لگا لیتے ، الیکشن بھی کراتے ہیں، اگر نہیں کرتے تو عوام کے آنسو نہیں پونچھتے، نہیں سوچتے تو عوام کے بارے میں نہیں سوچتے۔ اس عوام کے بارے میں نہیں سوچتے، جس کا دوسرا نام پاکستان ہے۔‘‘

وہ انتہائی حد تک پہنچتے ہوئے ٹوٹ جانے والے سوویت یونین کی مثال بھی دیتے ہیں

”عوام کا اعتماد کھو کر سوویت یونین نہیں چل سکا تھا، پھر ہم 14 کروڑ لوگوں کو ستا کر اس ملک کی کب تک حفاظت کر لیں گے۔“

(چوہدری، جاوید، (مورخہ یکم اکتوبر 2002ء)، ’’عوام کا اعتماد‘‘ روزنامہ جنگ، کراچی، ص5۔)

عام انتخابات:

انتخابات کے حوالے سے جاوید چوہدری لکھتے ہیں کہ وہی لوگ منتخب ہو کر آجائیں گے، جن سے جاگیر والوں کی جاگیر اور کارخانے والوں کے کارخانوں کو کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ جو اس ’اسٹیٹس کو‘ کے تحفظ کی قسم کھائیں گے، نظام وہیں کا وہیں رہے گا، ان پڑھ ٹوانے کی جگہ گریجویٹ ٹوانہ لے لے گا۔

(چوہدری، جاوید، (مورخہ 4 اکتوبر 2002ء)، ’’کراچی،دیکھ لیجیے گا‘‘ روزنامہ جنگ،

کراچی، ص5۔)

انتخابی نتائج کے بعد جاوید چوہدری لکھتے ہیں کہ نواز شریف کو 14 حلقے ملے، اس کے کچھ سطروں بعد وہ لکھتے ہیں کہ "خاموش اکثریت نواز شریف کو بھی کرپٹ اور بھگوڑا ماننے پر تیار نہیں ہوئی۔"

(چوہدری، جاوید، (مورخہ 20 اکتوبر 2002ء)، ''خاموش اکثریت کی آواز'' روزنامہ جنگ،کراچی، ص5۔)

متحدہ مجلس عمل کو مبارک باد:

جاوید چوہدری نے کالم انتخابی نتائج پر کالم 'خاموش اکثریت کی آواز' (20 اکتوبر 2002) میں متحدہ مجلس عمل کی کام یابی پر قاضی حسین و دیگر کو مبارک باد دی ہے۔ جس میں کہتے ہیں کہ حکومت کو اب اپنے مخالفوں سے ہاتھ ملانا پڑے گا، جس میں بے نظیر، نواز اور متحدہ مجلس عمل شامل ہیں۔

جنرل پرویز مشرف:

وہ لکھتے ہیں کہ پرویز مشرف ، جنرل ایوب خان اور ضیا الحق کی غلطیاں نہیں دُہرائینگے اور وہ ایک جنرل صدر رہنا پسند کریں گے۔ "ہماری سیاسی تاریخ کہتی ہے کہ صدر ایوب ہو یا صدر ضیا جس نے مسلم لیگ پر انحصار کیا ، اس کا اقتدار بھی گیا اور ترامیم بھی! یہی تاریخ ہے!!!"(چوہدری، جاوید، (مورخہ 3 اکتوبر 2002ء) ''اپنا اپنا جونیجو'' روزنامہ جنگ، کراچی، ص5۔) ایک کالم میں جرمن نظام کا حوالہ بھی دیتے ہیں

کہ وہاں کی معلق پارلیمان کے باوجود نظام بھی چلتا رہا اور ترقی بھی ہوتی رہی ۔

(چوہدری، جاوید (مورخہ 26اکتوبر 2002ء)، "ہینگ پارلیمنٹ" روزنامہ جنگ، کراچی، ص5۔)

بے تکااستدلال:

وہ عوام کو ریاستی بقا کا ذریعہ بتاتے ہیں، اور حیرت انگیز طور پر صرف مشرقی پنجاب کے عوام کی قربانیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ ملک اس عوام نے بنایا جو فیروز والا، امرت سر اور انبالہ میں ذبح کر دیے گئے۔ تعجب ہے کہ یہاں وہ بنگال، بہار اور دلی وغیرہ میں قتل وغارت کا شکار ہونے والوں کو کیسے فراموش کر گئے۔

(چوہدری، جاوید، (یکم اکتوبر 2002ء) ''عوام کا اعتماد'' روزنامہ جنگ، کراچی، ص5۔)

کالموں کے غیر سیاسی موضوعات کا جائزہ:

ہماری تحقیقی نمونے 39 کالموں میں سے صرف 23.07 فی صد (نو کالم) غیر سیاسی موضوعات پر تھے۔ غیر سیاسی موضوعات میں کسی بھی فلم پر کوئی کالم نہ تھا، کتاب یا ادب وغیرہ پر صرف عطاالحق قاسمی کا ایک کالم سامنے آیا۔ جاوید چوہدری کے دو اور اوریا مقبول جان کا ایک غیر سیاسی کالم اخلاق وکردار کے حوالے سے ہے ۔ حسن نثار نے ایک کالم میں عوام کی سماجی صورت حال پر اظہار خیال کیا ہے۔

ہمارے تحقیقی نمونے کے سیاسی کالموں میں جاوید چوہدری 33.33 فی صد،حسن نثار 22.22 فی صد، عطا الحق قاسمی 22.22 فی صد، اوریا مقبول جان11.11 فی صد۔

انفرادی طور پر غیر سیاسی موضوعات میں سب سے زیادہ کالم، 37.5 فی صد (آٹھ میں سے تین) جاوید چوہدری نے لکھے، اس کے بعد حسن نثار نے 33.33 فی صد (چھے میں سے دو)، عطاالحق قاسمی نے 27.27 فی صد (11 میں سے تین)، اوریا مقبول جان نے 20 فی صد (پانچ میں سے ایک) کالم غیر سیاسی لکھا۔

غیر سیاسی کالموں میں تازگی کا جائزہ لیا جائے، تو نو میں سے آٹھ کالم تازہ ہیں، صرف عطا الحق قاسمی کا ایک کالم، جس میں انھوں نے قارئین کے خطوط کا ذکرکیا، آج وقتی نوعیت کا دکھائی دیتا ہے۔

جاوید چوہدری

جاوید چوہدری کے پانچ میں سے تین کالم غیر سیاسی 37.5 تھے۔ جس میں سے ایک کالم 'انسانوں کی قدر' (12 اکتوبر 2002) میں ٹریفک حادثے میں جان سے گزرنے والے پی ایچ ڈی کے طالب علم نوجوان سرفراز کے لیے ہے۔ ایک کالم 'آج کے بعد' (19 اکتوبر 2002ء) راول پنڈی میں ایک سگنل توڑنے کے واقعے پر لکھا جس کا مرکزی خیال یہ تھا کہ عام شہریوں کے لیے کوئی بات نہیں کرتا۔" اس کے علاوہ 23 اکتوبر کو ایک کالم 'آب حیات' حکیم محمد سعید کی زندگی اور ہمدرد کے کاموں پر لکھا۔

حسن نثار

حسن نثار نے 33.33 فی صد (چھے میں سے دو) کالم غیر سیاسی موضوعات پر ہیں۔ ایک

ذاتی، جب کہ ایک کالم عوامی حوالے سے ہے۔ کالم 'داڑھی کا بور ، فتور اور غرور' (9 اکتوبر 2002) میں اپنے معمولات لکھے ہیں۔ 'انجام کیا ہوگا' (13 اکتوبر 2002) میں وہ عوامی حالت زار پر لکھتے ہیں اورغربت، مہنگائی، بے روزگاری وغیرہ پر بے لاگ انداز میں اظہار خیال کرتے ہیں۔

عطاالحق قاسمی

عطاالحق قاسمی نے 27.27 فی صد (11 میں سے تین) کالم غیر سیاسی موضوعات پر لکھے۔ جس میں ایک کالم اپنے دوست پر ادبی نوعیت کا ہے، دیگر دو کالموں میں ایک اپنے گھر کی منتقلی پر جب کہ ایک میں قارئین کے خطوط شامل کیے ہیں۔

اوریا مقبول جان

اوریا مقبول جان کے پانچ میں سے ایک کالم (20 فی صد) غیر سیاسی ہے۔ جس میں بہ عنوان وہ 'حوصلہ۔ظرف۔فیاضی' (12 اکتوبر 2002)میں وہ برطانوی بادشاہ شاہ ایڈورڈ کو موضوع بناتے ہیں۔

*مذہبی کالم

ہماری تحقیق میں کوئی کالم بھی مذہبی موضوع پر سامنے نہیں آیا۔ تاہم اوریا مقبول جان نے متحدہ مجلس عمل کے لیے جو کالم لکھا، اس میں مذہبی حوالے موجود ہیں۔

* ناگفتنی موضوعات:

ہماری تحقیق کے دوران ایسا کوئی موضوع سامنے نہیں آیا، جسے ہم اپنے اقدار اور سماج میں ناگفتنی قرار دے سکتے ہوں۔

کالم نگاروں نے جن موضوعات پر لکھا:

*جنرل پرویز مشرف کی حکومت:

زاہدہ حنا نے کڑی تنقید کی، عطا الحق قاسمی نے تنقید کے ساتھ تعریف بھی کی، جاوید چوہدری نے تجزیہ کیا اوریا نے بغیر نام لیے نکتہ چینی کی، حسن نثار اور حامد میر نے کچھ نہیں لکھا۔

*عام انتخابات2002ء

زاہدہ حنا نے زیادہ اور اس کے بعد عطا الحق قاسمی نے انتخابی نتائج پر اعتراضات اٹھائے، باقی کسی نے نہیں۔

*متحدہ مجلس عمل کی کام یابی

دینی جماعتوں کے اتحاد کی کام یابی پر حامد میر، قاسمی، اوریا مقبول جان اور حسن نثار نے تعریف کی۔ زاہدہ حنا اور جاوید چوہدری نے نہیں لکھا۔

*ڈاکٹر عامرعزیز کی گرفتاری

ڈاکٹر عزیز کی گرفتاری پر عطا الحق قاسمی کا پورا کالم اور حامد میر کا چند سطری تذکرہ موجود ہے۔

*بے نظیر بھٹو کے جارج بش کو خط

صرف حامد میر نے اپنے کالم میں اس بات کاتذکرہ کیا، باقی کسی نے نہیں۔

*سابق وزیراعلیٰ پنجاب حیدر وائیں کی برسی:

اس پر صرف عطا الحق قاسمی نے کالم لکھا۔

*سماجی موضوعات میں جاوید چوہدری نے دو تازہ موضوعات کو عنوان کیا، باقی نے دیگر موضوعات چنے۔

جن موضوعات کا ذکر کسی کالم میں نہیں آیا:

ہماری تحقیق کا حصہ چھے کالم نگاروں نے اکتوبر 2002ءمیں پیش آنے والے جن واقعات کا کوئی ذکر خیر نہیں کیا ان وااقعات میں پانچ اور چھے اکتوبر کی درمیانی شب گھڑیاں ایک گھنٹا پیچھے کرنا، 16 اکتوبر کراچی میں محکمہ داخلہ ، ڈی آئی جی اور سی آئی ڈی کے دفاتر میں پارسل بم دھماکوں میں نو افراد زخمی، لشکر جھنگوی نے ذمہ داری قبول کی۔ 18 اکتوبر کی ایک خبر کے مطابق امریکی اخبار نیو یارک ٹائمز نے پاکستان پر شمالی کوریا کو ایٹمی سامان فراہم کرنے کا الزام۔23 اکتوبر قومی تعمیر نو بیورو کے چیئرمین جنرل (ر) تنویر نقوی کا استعفا۔ 25 اکتوبر شیخ رشید کی مسلم لیگ (ق) میں شمولیت۔ 28 اکتوبر کو، الیکشن آرڈر میں ترمیمی نوٹی فکیشن جاری ہوا کہ عام انتخابات میں ہارنے والے سینٹ کا انتخاب نہیں لڑ سکیں گے۔

کالموں کی کچھ دیگر خصوصیات کاجائزہ:

حالات حاضرہ:

خبر صحافت کا ایک لازمی سا جزو ہے، اس کے باوجود کالم کو اخبار کی یومیہ زندگی سے کہیں زیادہ تازہ خیال کیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ کالم لکھنے والے پھر اپنے مطبوعہ کالموں کے مجموعے شایع کراتے ہیں اور پھر ان کے قارئین اسے ذوق شوق سے خرید کر پڑھتے بھی ہیں۔ اس لیے ہم نے کالموں میں بطور خاص اس پہلو کو سامنے رکھا ہے کہ معلوم چلے کہ کالم کا موضوع حالیہ ہے یا اس کے سوا ہے۔

ہماری تحقیق میں 71.79 فی صد (39 میں سے 28) کالم حالات حاضرہ پر ہیں، جب کہ 28.20 فی صد (39میں سے 11) کالم اس کے علاوہ ہیں۔

زاہدہ حنا اور حامد میر کے 100 فی صد کالم حالات حاضرہ پر ہیں،

جب کہ جاوید چوہدری کے 75 فی صد (آٹھ میں سے چھے)،

حسن نثار کے 66.66 فی صد (چھے میں سے چار)،

عطا الحق قاسمی کے 63.63 فی صد (11 میں سے سات) اور

اوریا مقبول جان کے 40 فی صد (پانچ میں سے دو)کالم حالات حاضرہ سے متعلق تھے۔

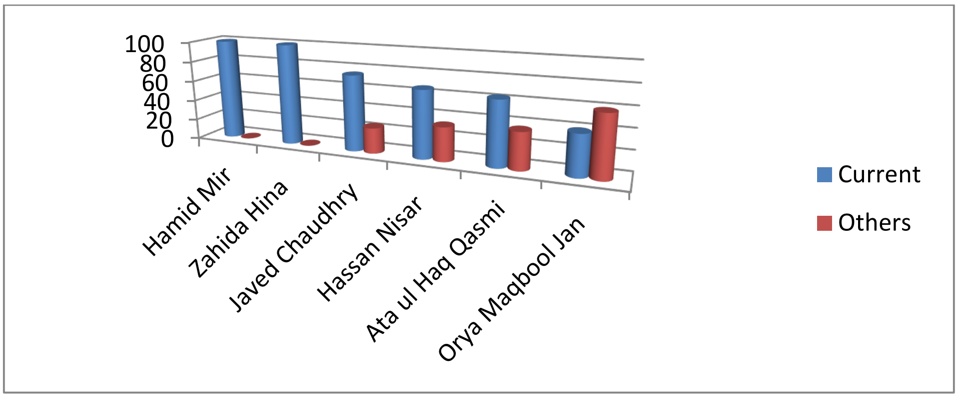

(مختلف کالم نگاروں کے کالموں میں حالات حاضرہ کے موضوعات کا الگ الگ جائزہ)

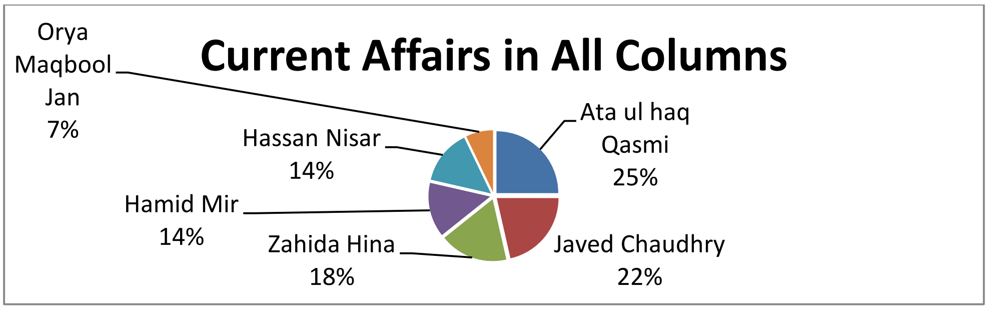

(ایک ماہ کے کالم نگاروں کے کالموں میں حالات حاضرہ کے موضوعات کا مجموعی

تناسب)

*مقامی موضوعات:

ہماری صحافت جس طرح سیاست زدہ ہو چکی ہے، بالکل ایسے ہی یہاں کسی بین الاقوامی

موضوع کو شاذونادر ہی جگہ مل پاتی ہے، تاوقتے کہ اس کا ہمارے ملک سے براہ راست کوئی تعلق یا اثر نہ جڑا ہوا ہو، اس لیے ہم نے اپنے کالموں میں اس رجحان کا بھی جائزہ لیا ہے۔ ہمارے کالم نگاروں میں سے صرف اوریا مقبول جان کے 7.69 فی صد (پانچ میں سے تین) کالم عالمی موضوعات پر تھے، یعنی 39 میں سے 36 کالم (92.30 فی صد) مقامی موضوعات پر مشتمل تھے اور غیر ملکی موضوعات کا تناسب 7.69 فی صد تھا۔

*مندرجات میں تازگی:

ہمارے تحقیق کردہ کالموں میں 53.84 فی صد (39 میں سے 21) کالموں کے مندرجات ایسے تھے، جو بعد میں پڑھنے میں بھی اپنے اندر کوئی ایسی بات لیے ہوئے تھے کہ کالم وقتی محسوس نہیں ہوتا، جب کہ باقی 47.71 فی صد (18) کالم قطعی وقتی موضوعات پر مشتمل تھے یا ان کے مندرجات آج تاریخی اہمیت کے سوا اپنی اہمیت اور مواد میں کسی بھی قسم کی تازگی کھو چکے تھے۔

سب سے زیادہ 100 فی صد (پانچوں کالم) اوریا مقبول جان کے کالموں میں تازہ پن محسوس ہوا، اس کے بعد جاوید چوہدری کے 87.5 فی صد (7 کالم)، عطاالحق قاسمی کے 56.56 فی صد (6 کالم)، حسن نثار کے 50 فی صد (تین) کالم ،جب کہ زاہدہ حنا اور حامد میر کے جس طرح تمام کالم سیاسی تھے، ایسے ہی ان کے کسی کالم میں بھی تازگی محسوس نہیں کی جا سکی۔

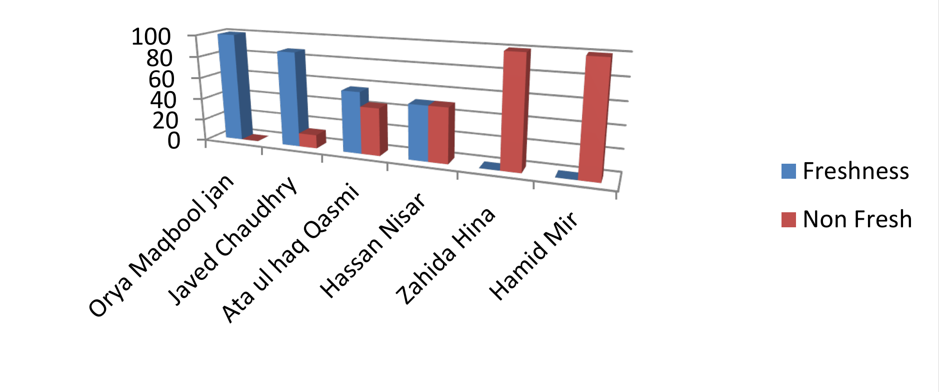

(مختلف کالم نگاروں کے کالموں میں تازگی اور غیر تازگی کے تناسب کا الگ الگ جائزہ)

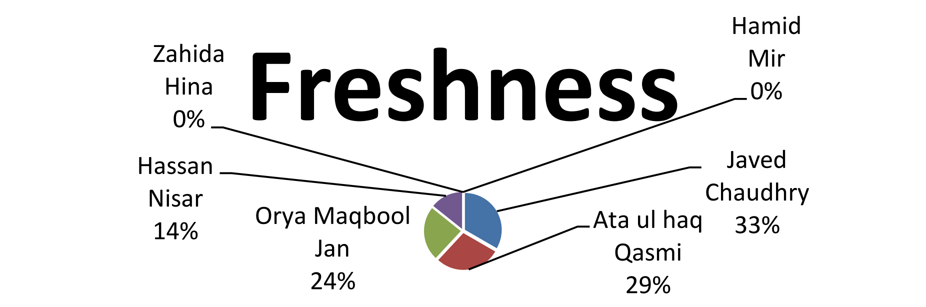

(ایک ماہ کے تمام کالموں میں تازگی کے حوالے سے مختلف کالم نگاروں کا تناسب)

نتائج*

مجموعی موضوعاتی تقسیم:

ہمارے تحقیق میں 76.92 فی صد کالم سیاسی اور 23.07 فی صد کالم غیر سیاسی موضوعات پر سامنے آئے۔

کالم نگاروں کے موضوعاتی رجحانات:

اکتوبر 2002ءکے ایک ماہ میں کالم نگاروں نے اپنے اپنے رجحانات کے مطابق کالموں

کے نہ صرف موضوعات چنے، بلکہ ان کے مندرجات بھی بعینہ ایسے استوار کیے۔

*زاہدہ حنا بہت واضح طور پر پرویز مشرف کی مخالف اور نواز لیگ کی حامی دکھائی دیں، یہاں تک کہ پیپلزپارٹی نے ق لیگ سے اتحاد کی کوشش کی، تو انھوں نے اس پر بھی تنقید کی۔ اس کے ساتھ ساتھ بارہا انتخابی بے ضابطگیوں کی شکایت ۔

*عطا الحق قاسمی نے بھی نواز لیگ کی حمایت میں لکھا، تاہم انھوں نے ایک کالم میں پرویز مشرف کو پورے پروٹوکول سے بھی مخاطب کیا اور انھیں بہادر بھی قرار دیا۔ اس کے علاوہ انتخابی عمل پر شکایات اور نتائج پر سوالات اٹھائے۔

*حامد میر نے کوئی کالم پرویز مشرف کے خلاف یا انتخابی عمل کی شکایات پر نہیں لکھا، صرف سیاسی صورت حال پر بہت محدود اور محتاط تجزیے کیے۔

*حسن نثار نے بھی پرویز مشرف یا انتخابی بے ضابطگیوں پر کچھ نہیں لکھا، سیاسی صورت حال پر تجزیے اور اپنی تنقیدی رائے دی۔

*اوریا مقبول جان نے دبے دبے انداز میں عوامی رائے کی اہمیت پر لکھا، ان کے موجودہ تاثر کے برعکس صرف ان کا صرف ایک کالم کسی حد تک مذہبی حوالوں سے آراستہ ہے۔

*جاوید چوہدری نے اشاروں اشاروں میں عوام کی حمایت پر خوب زور دیا، نواز لیگ کی

طرف داری کی جھلک ملی، تاہم براہ راست پرویز مشرف کی مخالفت نہیں ملتی، تجزیاتی انداز ضرور موجود ہے۔ اس کے علاوہ انتخابی بے ضابطگیوں وغیرہ پر کوئی بات نہیں کی گئی۔

*مجموعی تازگی

ہماری تحقیق میں تازگی کے حامل کالموں کا تناسب 53.84 فی صداور وقتی موضوعات پر مشتمل کالموں کا تناسب 47.71 فی صد رہا۔

*مجموعی طور پر مقامی وعالمی موضوعات

ہماری تحقیق میں 92.30 فی صدکالم مقامی موضوعات پر مشتمل تھے ، عالمی موضوعات کا تناسب 7.69 فی صد تھا۔

*حالات حاضرہ یا جداگانہ موضوعات

ہماری تحقیق میں 71.79 فی صد کالم حالات حاضرہ پر مشتمل ہیں، جب کہ 28.20 فی صد کالم اس کے علاوہ ہیں۔

*نتائج

مجموعی موضوعاتی تقسیم:

ہمارے تحقیق میں 76.92 فی صد کالم سیاسی اور 23.07 فی صد کالم غیر سیاسی موضوعات پر سامنے آئے۔ جس سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ اردو کالم نگاری میں سیاسی موضوعات کا رجحان بہت زیادہ ہے۔

کالم نگاروں کے موضوعاتی رجحانات:

اکتوبر 2002ءکے ایک ماہ میں کالم نگاروں نے اپنے اپنے رجحانات کے مطابق کالموں کے نہ صرف موضوعات چنے، بلکہ ان کے مندرجات بھی بعینہ ایسے استوار کیے، ان کے موضوعاتی چنائو سے ان کے رجحانات اور ترجیحات واضح ہوتی ہیں۔

*زاہدہ حنا بہت واضح طور پر جنرل پرویز مشرف کی مخالف اور نواز لیگ کی حامی دکھائی دیں، یہاں تک کہ پیپلزپارٹی نے ق لیگ سے اتحاد کی کوشش کی، تو انھوں نے اس پر بھی تنقید کی۔ اس کے ساتھ ساتھ بارہا انتخابی بے ضابطگیوں کی شکایت کی۔

*عطا الحق قاسمی نے بھی نواز لیگ کی حمایت میں لکھا، تاہم انھوں نے ایک کالم میں پرویز مشرف کو پورے پروٹوکول سے بھی مخاطب کیا اور انھیں بہادر بھی قرار دیا۔ اس کے علاوہ انتخابی عمل پر شکایات اور نتائج پر سوالات اٹھائے۔

*حامد میر نے کوئی کالم پرویز مشرف کے خلاف یا انتخابی عمل کی شکایات پر نہیں لکھا، صرف سیاسی صورت حال پر بہت محدود اور محتاط تجزیے کیے، جب کہ ان کا حالیہ تصور بہت زیادہ جمہوری اور آمریت مخالف کا ہے، جس سے پتا چلتا ہے کہ کالم نگاروں کے رجحانات اس قدر واضح طور پر بھی تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔

*حسن نثار نے بھی جنرل پرویز مشرف یا 2002 کی انتخابی بے ضابطگیوں پر کچھ نہیں لکھا، تاہم انھوں نے سیاسی صورت حال پر تجزیے اور اپنی تنقیدی رائے ضرور دی۔

*اوریا مقبول جان نے دبے دبے انداز میں عوامی رائے کی اہمیت پر لکھا، ان کے موجودہ تاثر کے برعکس صرف ان کا صرف ایک کالم کسی حد تک مذہبی حوالوں سے آراستہ دکھائی دیا۔

*جاوید چوہدری نے اشاروں اشاروں میں عوام کی حمایت پرخوب زور دیا، نواز لیگ کی طرف داری کی جھلک ملی، تاہم کہیں بھی براہ راست جنرل پرویز مشرف کی مخالفت نہیں ملتی، ان کے کالموں میں تجزیاتی انداز ضرور موجود ہے۔ اس کے علاوہ انتخابی بے ضابطگیوں وغیرہ پر انھوں نے بھی کوئی بات نہیں کی۔

*مجموعی تازگی

ہماری تحقیق میں تازگی کے حامل کالموں کا تناسب 53.84 فی صداور وقتی موضوعات پر مشتمل کالموں کا تناسب 47.71 فی صد رہا، گویا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اردو کے بہت سے کالم تادیر تازگی کے حامل ہوتے ہیں۔

*مجموعی طور پر مقامی وعالمی موضوعات

ہماری تحقیق میں 92.30 فی صدکالم مقامی موضوعات پر مشتمل تھے ، عالمی موضوعات کا تناسب 7.69 فی صد تھا، یعنی اردو اخبارات کی طرح ان کے کالموں میں بھی مقامی سیاست اور مقامی مسائل ہی واضح طور پر چھائے ہوئے ہیں

حالات حاضرہ یا جداگانہ موضوعات

ہماری تحقیق میں 71.79 فی صد کالم حالات حاضرہ کے موضوعات پر مشتمل ہیں، جب کہ 28.20 فی صد کالم اس کے علاوہ ہیں، اگرچہ کالم اخبار میں شایع ہوتا ہے اور اخبار کا تعلق براہ راست حالات حاضرہ سے ہوتا ہے، تاہم اب بہت سے ایسے کالموں کا رواج بھی پیدا ہوگیا ہے جو حالات حاضرہ سے ہٹ کر دیگر موضوعات پر مشتمل ہوتے ہیں، بہت سے کالم نگار ایسا اپنی مصروفیات کے سبب بھی کرتے ہیں اور بہ یک وقت کئی کالم اخبارات کو شایع کرنے کے لیے دے دیتے ہیں،جیسے ایکسپریس کے کالم نگار مقتدا منصور 15 اکتوبر 2018 کو بائی پاس آپریشن کے لیے اسپتال میں داخل ہوئے اور اس کے بعد انتہائی نگہ داشت وارڈ میں داخل رہے، لیکن ان کے کالم روزنامہ ایکسپریس میں 18 اکتوبر اور 22 اکتوبر 2018 کو بھی شایع ہوئے، جس وقت وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھے اور پھر وہ 21 دسمبر 2018 کو انتقال کرگئے۔ ان کا 22 اکتوبر 2018 کو شایع ہونے والا کالم ان کی ایکسپریس سے وابستگی کے 22 برسوں پر تھا، جو ظاہر ہے کسی بھی وقت شایع ہو سکتا تھا۔

(منصور، مقتدا، (22 اکتوبر 2018ء) ’’وابستگی کے 22 سال‘‘ روزنامہ ایکسپریس، کراچی، ص10-)

تجاویز:

اخبارات کے کالموں پر جب ہم بعد کے زمانے میں کوئی تحقیق کرتے ہیں، تو ہم اس زمانے کے حالات وواقعات اور کچھ دیگر خبروں کو اس طرح سے سامنے نہیں رکھ پاتے، ہر چند کہ اس زمانے کے بڑے واقعات کے ذریعے ہم ضرور اس وقت کے کالموں کا پیغام اور

مرکزی خیال سمجھ لیتے ہیں، لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کالموں کو ان کی مکمل گہرائی، گیرائی اور جزئیات کے ساتھ سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ بہت زیادہ تفصیل کے ساتھ اس عرصے کی تمام چھوٹی بڑی خبروں کو سامنے رکھا جائے، تاکہ اس وقت کے کالموں میں موجود علامتی اور اشاراتی مفہوم کو بھی زیادہ اچھی طرح سمجھا جا سکے اور بہ ظاہر بہت سی نظرانداز کیے جانے والے مندرجات کی معنی خیزی بھی سامنے آسکے۔

اس طرح کی تحقیق کے نتیجے میں کالم نگاروں کے ایسے بہت سے موضوعات کے انتخاب کی وجہ بھی سامنے آسکے گی کہ اس کالم کی اشاعت کے وقت اس حوالے سے کیا کیا واقعات رونما ہوئے تھے۔

سفارشات وتجاویز:

• اخبارات کے کالموں پر جب ہم بعد کے زمانے میں کوئی تحقیق کرتے ہیں، تو ہم اس زمانے کے حالات وواقعات اور کچھ دیگر خبروں کو اس طرح سے سامنے نہیں رکھ پاتے، ہر چند کہ اس زمانے کے بڑے واقعات کے ذریعے ہم ضرور اس وقت کے کالموں کا پیغام اور مرکزی خیال سمجھ لیتے ہیں، لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کالموں کو ان کی مکمل گہرائی، گیرائی اور جزئیات کے ساتھ سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ بہت زیادہ تفصیل کے ساتھ اس عرصے کی تمام چھوٹی بڑی خبروں کو سامنے رکھا جائے، تاکہ اس وقت کے کالموں میں موجود علامتی اور اشاراتی مفہوم کو بھی زیادہ اچھی طرح سمجھا جا سکے اور بہ ظاہر بہت سی نظرانداز کیے جانے والے مندرجات کی معنی خیزی بھی سامنے آسکے۔

• اگر ہم اپنی تحقیق میں اس وقت کے مکمل اخبارات کی فائلوں کو تفصیل کے ساتھ سامنے رکھیں گے، تو زیادہ بہتر طریقے سے کالم نگاروں کے بہت سے موضوعات کے انتخاب کی وجہ بھی سامنے آسکے گی کہ اس کالم کی اشاعت کے وقت اس حوالے سے کیا کیا واقعات رونما ہوئے تھے۔

• کالم نگاروں کے رجحانات کا جائزہ لینے کے لیے ہم زیادہ ارتکاز اس صورت میں کرسکتے ہیں کہ وہ جس گرہ یا جماعت کی زیادہ حمایت کرتے ہیں، یا جھکائو رکھتے ہیں۔ اس جماعت یا گروہ کے حوالے سے مشکل وقت یا ان کی غلطیاں اور جرائم سامنے آنے کی صورت میں ان کے رویے کا جائزہ لیا جانا چاہیے، کیوں کہ بہت سے کالم نگار اس عرصے میں دیگر موضوعات پر لکھتے ہیں اور دانستہ اس موضوع پر کچھ لکھنے سے گریز کرتے ہیں۔ ایسے بہت سے واقعات پر ہم ایک اچھی کیس اسٹڈی کرسکتے ہیں۔

• بہت سے کالم نگار اپنی رائے تبدیل کرتے ہیں، ناقدین اسے تنقید کا نشانہ بناتے ہیں، تو جواباً اسے وقت کا تقاضا یا بہ تدریج اکتساب علم سے تعبیر کیا جاتا ہے، لیکن کالم نگاروں کے کچھ بنیادی اصول جیسے اوریا مقبول جان کے مذہبی کالم، حامد میر کے فوج مخالف نقطۂ نظر یا زاہدہ حنا کا ن لیگ اور پیپلز پارٹی کی قربت پر یہ کہنا کہ جمہوریت کی مضبوطی کے لیے سیاسی عمل جاری رہنا چاہیے، کا ایک تیسری جماعت 'پاکستان تحریک انصاف' کے سامنے آنے کے بعد اس کے حوالے سے موقف کا جائزہ باقاعدہ کسی تحقیق کا موضوع بننا چاہیے تاکہ کالم نگار کی فکر می بنیادی نوعیت کی تبدیلی کا جائزہ لیا جاسکے۔

حوالہ جات:

سمیع، رابعہ، (1996)۔ نصر اللہ خان کی فکاہیہ کالم نویسی۔ شعبہ اِبلاغِ عامّہ، جامعہ کراچی، کراچی، پاکستان۔ ص 35۔

https://harf-o-sukhan.com/index.php/Harf-o-sukhan/article/view/49/29

https://jmcd-uok.com/index.php/jmcd/article/view/25

(توصیف احمد خان، ڈاکٹر، (7 اپریل 2022ء) فون پر گفتگو۔

میر، حامد، (مورخہ 28 اکتوبر 2002 ء)، ''باوقار اپوزیشن اور بے وقار حکومت'' روزنامہ جنگ، کراچی، ص5۔

حنا، زاہدہ، (مورخہ 9اکتوبر 2002ء)، ''10 اکتوبر کے انتخابات'' روزنامہ جنگ، کراچی، ص5۔

حنا، زاہدہ، (مورخہ 16 اکتوبر 2002ء)، ''کھیل کا پہلا مرحلہ'' روزنامہ جنگ، کراچی،

ص5-)

مقبول جان، اوریا، (مورخہ چھے اکتوبر 2002ء)، کراچی، ’’سیاسی گفتگو منع ہے‘‘ روزنامہ جنگ، کراچی، ص5-)

قاسمی، عطاالحق، (چار اکتوبر 2002ء)، ’’کراچی، الزام تراشیاں‘‘ روزنامہ جنگ، ص5-)

قاسمی، عطا الحق، (مورخہ 16 اکتوبر 2002ء)، ”انتخابات اور ذہنوں میں جنم لینے والے شکوک“ روزنامہ جنگ، کراچی، ص 5-)

قاسمی، عطاالحق، (مورخہ 26 اکتوبر2002ء)، ’’کھیل اور کھلاڑی‘‘ روزنامہ جنگ، کراچی، ص 5-)

قاسمی، عطاالحق، (مورخہ 27 اکتوبر 2002ء)، ”صلاح الدین ایوبی سے ڈاکٹر عامر عزیز تک‘‘روزنامہ جنگ، کراچی، ص 5-)

قاسمی، عطاالحق، (مورخہ 30 اکتوبر 2002ء)، ”مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زبان میں‘‘روزنامہ جنگ، کراچی، ص 5-)

نثار، حسن، (مورخہ یکم اکتوبر 2002ء)، ’’خبر تے ہے پر جنگی نئیں‘‘ روزنامہ جنگ،

کراچی، ص5-)

نثار، حسن، (مورخہ، 26 اکتوبر 2002ء)، ’’بزدلی یا بد نصیبی‘‘ روزنامہ جنگ، کراچی، ص5-)

نثار، حسن، (مورخہ 15 اکتوبر 2002ء) ’’ایم ایم اے اور یو ایس اے‘‘ روزنامہ جنگ، کراچی، ص5-)

چوہدری، جاوید، (مورخہ یکم اکتوبر 2002ء)، ’’عوام کا اعتماد‘‘ روزنامہ جنگ، کراچی، ص5-)

(چوہدری، جاوید، (مورخہ 4 اکتوبر 2002ء)، ’’دیکھ لیجیے گا‘‘ روزنامہ جنگ، کراچی، ص5-)

چوہدری، جاوید، (مورخہ 20 اکتوبر 2002ء)، ’’خاموش اکثریت کی آواز‘‘ روزنامہ جنگ،کراچی، ص5-)

چوہدری، جاوید (مورخہ 26اکتوبر 2002ء)، ”ہینگ پارلیمنٹ“ روزنامہ جنگ، کراچی، ص5-)

چوہدری، جاوید، (یکم اکتوبر 2002ء) ”عوام کا اعتماد“ روزنامہ جنگ، کراچی، ص5-)

***

https://journals.sagepub.com/doi/abs/10.1177/107769909106800412?journalCode=jmqb

https://www.researchgate.net/publication/336020403_Column_-_What's_It_All_About_and_Its_Role_in_Journalism

https://journals.sagepub.com/doi/10.1177/107769900308000105